ڈاکٹر ارشاد بیگم
سینئر انسٹرکٹر، شعبہ اردو، نمل اسلام آباد
ڈاکٹر زینت افشاں
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن لاہور، فیصل آباد کیمپس
ڈاکٹر شاہدہ رسول
شعبہ اردو، دی ویمن یونیورسٹی ملتان

اردو غزل کا تاریخی ارتقا (آغاز تا تقسیمِ برِ صغیر پاک و ہند)

Dr. Irshad Begum
Senior Instructor, Urdu Department, NUML, Islamabad.
Dr. Zeenat Afshan
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Education Lahore, Faisalabad Campus.
Dr Shahida Rasool
Department of Urdu, The Women University, Multan.

A Historical Evaluation of Urdu Ghazal Since Beginning to Partition

Urdu ghazal orignates from Arabic to persion and from persion to Urdu .It started from introduction of Arabic Qaseedah. There was no ghazal in Arabic but tashbeeb. Romantic tashbeeb was called ghazal. The very first ghazal which is known in Urdu is by Ameer Khusru .Quli Qutab shah, wali dakni, Shah Hati, Abroo, Sirajuddin, Arzoo, Shakir Naji are important among classics. The golden period of Urdu ghazal include Meer Taqi Meer, Souda, Dard, Meer Soz and Qaim Chand Puri. Ghalib and Momin, Hali and Iqbal are Milestones of Urdu ghazal.

Keywords: *Urdu Ghazal' Ameer Khusro' Wali Duckani' Kuli Kutab Shah, Concept of Beloved ' Misticism ' Ghalib ' Iqbal.*

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

صنفِ غزل عربی سے فارسی اور فارسی سے اردو ادب میں آئی۔ ابتدا میں عربی میں غزل صنف کے اعتبار سے الگ مقام نہیں رکھتی تھی بلکہ اس کا آغاز عربی قصیدے کی تشبیب سے ہوا۔ عشقیہ تشبیب ہی کو فارس والوں نے غزل کہا ہے۔ اس سلسلے میں شبلی نعمانی کی رائے کچھ یوں ہے:

"قصیدے کی ابتدا میں عشقیہ اشعار کہنے کا دستور تھا۔ اس حصے کو الگ کر لیا تو غزل بن گئی۔ گویا قصیدے کے درخت سے ایک قلم لے کر الگ لگالی۔" (۱)

شبلی ہی ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"شعراء نے سلاطین کی مداحی کے لیے شاعری شروع کی اور چونکہ وہ عرب کی تقلید کرتے تھے، اس لیے قصائد کی ابتداء میں عشقیہ اشعار بھی کہتے تھے جن کو عربی میں تشبیب یانسیب کہتے ہیں، اسی کا دوسرا نام غزل ہے۔" (۲)

درج بالا آراء کی روشنی میں یہ کہنا بے جا نہیں ہو گا کہ ایران میں شاعری کی ابتدا قصیدے سے ہوئی اور قصیدہ ایران میں نہیں تھا، اہلِ عرب کے پاس تھا۔ اہلِ فارس نے قصیدے میں عربی قصیدے کی پیروی کی۔ اسی طرح غزل بھی عربی قصیدے کی تشبیب سے فارسی میں آئی اور جس طرح ایران میں غزل عربی قصیدے کی تشبیب سے آئی اسی طرح اردو میں بھی صنفِ غزل فارسی سے آئی۔ اردو میں ریختہ یعنی کلام کا نصف حصہ فارسی اور نصف ہندی غزل کا ابتدائی نمونہ ہے۔ لیکن جہاں تک اردو غزل پر فارسی کے اثرات کا تعلق ہے، اردو پر فارسی تغزل کا اثر ہے۔

اسے ایک عجیب اتفاق ہی کہیں گے کہ شاعری کے جن نمونوں کو ابتدائی اردو کا نام دیا جاسکتا ہے ان میں سے پہلا نمونہ امیر خسرو کی ایک غزل ہے، جو ریختہ کی ابتدائی شکل ہے۔ اس کے بعد بہمنی سلطنت شاعری کی ترقی کا مرکز بنی لیکن اس دور میں ہمیں غزل کے نمونے بہت کم ملتے ہیں۔ بہمنی سلطنت کی پانچ ریاستوں میں سے گولکنڈہ اور بیجاپور فروغِ اردو شعر وادب کے لحاظ سے اہم ہیں۔ گولکنڈہ کے قطب شاہی اور عادل شاہی حکمران شعر و ادب سے بے حد لگاؤ رکھتے تھے۔ اردو کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر قلی قطب شاہ کو مانا جاتا ہے۔ ڈاکٹر وقار احمد رضوی نے لکھا ہے کہ قلی قطب شاہ نے اردو غزل کو محبوبہ کا تصور دیا۔

ان کی ایک غزل کا بطورِ نمونہ پیش کی جاتی ہے:

پیا باج پیالہ پیا جائے نا

پیا باج یک تل جیا جائے نا
نین عشق جس وو بڑا کور ہے
کدھیں اس سے مل پیاسا جیا جائے نا
قطب شہ نہ دے مج دیوانے کو پند
دیوانے کو کچ پند دیا جائے نا(۳)

قطب شاہی دور میں قطب شاہی کے ہم عصر شاعروں میں محمد قطب شاہ، عبداللہ قطب شاہ، غواصی ،ابنِ نشاطی اور ہاشمی وغیرہ شامل ہیں جبکہ عادل شاہی دور میں علی عادل شاہ، نصرتی، حسن شوقی اور طبعی وغیرہ نے صنفِ غزل میں طبع آزمائی کی۔

قلی قطب شاہ کے بعد دکن میں غزل کے سلسلے ولی دکنی کے نام کو فراموش نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ولی کی غزل گوئی اس قدر پر تاثیر تھی کہ شمالی ہند میں غزل گوئی کو رواج دینے کا باعث بنی۔ ولی کے ہم عصر اہم شعراء میں سراج، داؤد، عزلت، اور عاجز شامل ہیں۔

ولی کا دیوان جب ۱۱۳۲ھ میں دلی میں پہنچا تو اسے اس قدر پذیرائی ملی کہ لوگ نہ صرف اسے شوق سے پڑھنے لگے تھے بلکہ اس کی تقلید بھی شروع ہوگئی۔

ابتدا میں دلی کے شعراء نے اپنی غزل کی بنیاد ایہام گوئی پر رکھی۔ ان ایہام گو شعراء میں شاہ حاتم، آبرو، سراج الدین آرزو، شاکر ناجی، احسن اللہ احسن ، شرف الدین مضمون، یک رنگ وغیرہ کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ ایہام گوئی کی مثال کے طور پر آبرو کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

قول آبرو کا تھا کہ نہ جاؤں گا اس گلی
ہو کر کے بے قرار دیکھو آج پھر گیا (۴)

ایہام گوئی کا یہ دور آخر کار پندرہ بیس برس تک کے عرصے میں ختم ہوجاتا ہے۔ ایہام گوئی کے خلاف سب سے پہلے مرزا مظہر جانجاناں نے نہ صرف صدائے احتجاج بلند کی بلکہ اپنے شاگردوں کو بھی صاف اور سچے جذبات کے اظہار کی تلقین کی۔ ایہام کے خاتمے کے بعد اردو غزل کا زریں دور شروع ہوتا ہے۔ اس عہد کے اہم شعراء میں میر تقی میر، سودا، درد، میر سوز، قائم چاند پوری، یقین، تاباں، اشرف علی فغاں اور بہت سے شعراء شامل ہیں۔ ان شعراء کا نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بلبل کو کیا تڑپتے میں دیکھا چمن سے دور
یارب نہ کیجیو تو کسی کو وطن سے دور
(سودا) (۵)

اپنے کا ہے گناہ بیگانے نے کیا کیا
اس دل کو کیا کہوں کہ دیوانے نے کیا کیا
(سودا) (۶)

مجھ کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا
(میر) (۷)

رکھتے رہے بتوں سے مہرو وفا کی خواہش
اس آرزو نے مارا یہ بھی خدا کی خواہش
بیماری دلی پر میں صبر کر رہا ہوں
جی کو نہیں ہے میرے مطلق دوا کی خواہش
(میر) (۸)

اردو غزل میں تصوف ہر دور ہی میں موجود رہا ہے۔تصوف ایسا اندازِ فکر ہے جسے بے شمار لوگ پسند کرتے ہیں۔خواجہ میر درد صوفی شاعر تھے اسی لیے ان کی زیادہ تر غزلیات میں تصوف کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔اگر اس دور کا عمومی جائزہ بھی لیا جائے تو اس وقت کے حالات بھی ایسے تھے کہ اس دور کی ساری غزل کے پس منظر میں تصوف کا رنگ نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
(درد) (۹)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

غافل خدا کی یاد پہ مت بھول زینہار
اپنے تئیں بھلا دے اگر تو بھلا سکے
(درد) (۱۰)

میر درد دلی کی تباہی و بربادی پر بہت افسردہ تھے۔ نادر شاہ کے یکے بعد دیگرے حملوں نے دلی کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ ہر ذی شعور دلی کی حالتِ زار پر دل شکستہ ہو چکا تھا۔ اس دور کے متعلق ڈاکٹر وقار احمد رضوی رقمطراز ہیں:

"ہندوستان کی تاریخ کا یہ ایک نہایت تاریک دور تھا۔ مغلوں کی سلطنت دم توڑ رہی تھی۔ طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ نادر خان درانی کے حملے ، روہیلوں کی تاراج ، مرہٹوں کی لوٹ مار ، فرنگیوں کے روز افزوں سطوت و جبروت کا زور ان سب چیزوں نے مل کر امن و امان کو خراب کر دیا تھا۔ ہر طرف تباہی و بربادی کے آثار تھے۔" (۱۱)

دلی کے اجڑنے کی وجہ سے بہت سے قابلِ ذکر شعراء اور دیگر اہلِ کمال نے امن و آشتی کے لیے لکھنؤ کا رخ کیا۔ اس طرح دلی کے بعد دوسرا ادبی مرکز لکھنؤ بن گیا۔ چونکہ لکھنؤ کا ماحول پر سکون تھا اس لیے غزل ایک نئے رنگ میں ڈھل گئی اور اس کے کینوس میں تنوع پیدا ہوتا چلا گیا۔ اسی زمانے میں لکھنؤ اور دلی کی شاعری میں نمایاں فرق ظاہر ہوا۔ لکھنؤ کے شاعروں اور ادیبوں کی تحریروں میں رجائیت پائی جاتی تھی جبکہ دلی کے اکثر شاعر اور ادیب یاسیت کا شکار تھے کیونکہ وہ اپنا اثاثہ لٹا بیٹھے تھے۔ شاعری میں اسی امتیاز کی وجہ سے دبستانِ لکھنؤ اور دبستانِ دلی کی اصطلاحیں وجود میں آئیں۔ میر و سودا ایسے شاعر تھے جنہوں نے اپنی شاعری میں دلی کا رنگ باقی رکھا جبکہ انشاء اور مصحفی نے کسی حد تک لکھنؤ کا رنگ قبول کیا۔ دلی اور لکھنؤ کی غزل کے بارے میں ڈاکٹر وقار احمد رضوی لکھتے ہیں:

"دہلی میں اردو غزل نے اس وقت نشوونما پائی جب بھرا بھرایا گھر اجڑ رہا تھا۔ ہر فرد بشر مصائب کا شکار تھا۔ سلطنتِ مغلیہ کا ٹمٹماتا چراغ ، بادِ مخالف کی زد پر تھا۔ ظاہر ہے ایسے زمانے میں جو اشعار کہے گئے وہ اپنے ماحول کے اثر

سے کیونکر بچ سکتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ دلی کی شاعری دلی کیفیات کی تر جمان ہے اور داخلیت اس کا امتیازی نشان ہے۔اس کے بر خلاف لکھنؤ میں نسبتاً امن و سکون کی دولت میسر تھی۔تعیش کا دور دورہ تھا۔شاہانِ اودھ کی فیاضی نے اہلِ کمال کو بے فکر اورفارغ البال کر دیا۔یہی سبب ہے کہ دہلی کے برخلاف لکھنؤ کی غزلیہ شاعری میں خارجیت ہے اور وہاں کی غزلیں سوزوگداز اور درد واثر سے خالی ہیں۔" (۱۲)

اس کے بعد لکھنوی شاعروں یعنی آتش وناسخ اور ان کے شاگردوں کا دور شروع ہوتا ہے۔ یہ دونوں شاعر دبستانِ لکھنؤ کے نمائندہ شاعر مانے جاتے ہیں۔ناسخ کی غزل پر خارجیت کا غلبہ زیادہ ہے جبکہ حقیقت پسندی کا عنصر کم ہے۔آرائش الفاظ، صنائع بدائع،شان وشوکت اور قواعد و ضوابط کی صحت کے اعتبار سے ان کا کلام اہمیت رکھتا ہے لیکن ناسخ کے مقابلے میں آتش کے ہاں تغزل کا رنگ نمایاں ہے۔مثال کے طور پر :

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں
(آتش) (۱۳)

خواجہ حیدر علی آتش کے کلام میں نہ صرف زبان کی صحت و صفائی پائی جاتی ہے بلکہ ان کے ہاں دل دماغ کو چونکا دینے والا اندازِبیان بھی موجود ہے۔مثلاً :

آئے بھی لوگ، بیٹھے بھی، اٹھ بھی کھڑے ہوئے
میں جا ہی ڈھونڈتا تری محفل میں رہ گیا
(آتش) (۱۴)

غزل میں جو سوزوگداز اور درد میر تقی میرؔ کے دور میں تھا، لکھنؤ کے چند شعراء کی شاعری ہی میں سوزوگداز کا وہ رنگ پایا جاتا تھا۔لکھنؤکے زیادہ تر شعراء کے لیے غزل محض ذہنی عیاشی کا باعث بن کر رہ گئی۔شاعری میں گہرائی کی بجائے سطحیت آگئی۔تاہم اس سطحیت سے ایک صنف ریختی کو فروغ حاصل ہوا۔اس صنف کے اہم شعراء میں جرأت ، انشاء اور رنگین شامل ہیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اردو غزل میں صنفِ ریختی کے بعد بہادر شاہ ظفر کا دور شروع ہو تا ہے۔شاہ نصیر، ظفر، مومن، غالب، شیفتہ وغیرہ اس دور کے اہم شعراَ ہیں۔اس دور کی غزل پر کسی بھی رجحان کی چھاپ نہیں لگائی جاسکتی۔ہرغزل گو کا اسلوب اپنے ہم عصروں سے منفرد ہے البتہ رجحانات کی تقسیم کی جا سکتی ہے۔شاہ نصیر ، ظفر اور ذوق نے لکھنؤ کے دبستان سے اثر قبول کیا۔شاہ نصیر کے کلام میں لکھنوی رنگ اس قدر غالب ہے کہ وہ دبستانِ لکھنؤ کے نمائندہ شاعر معلوم ہوتے ہیں۔تاہم بہادر زاہ کی بعض غزلوں میں ان کی زندگی کی محرومیاں جھانکتی ہیں اسی لیے ان کے ایسے اشعار متاثر کن ہیں :

نازاں ہو نہ دکھلا کہ کسی کو ہنر اپنا
تو ڈھانپ سکے عیب کسی کا تو ظفر ڈھانپ

اور

پہونچے جو میرے نالۂ سوزاں کی نہ گرمی
خورشید سے ہوتا یہ قیامت نکڑی دھوپ
(ظفر) (۱۵)

اسی طرح مومن کی غزل کا رنگ دیکھیے:

تو کہاں جائے گی کچھ اپنا ٹھکانہ کر لے
ہم تو کل خوابِ عدم میں شبِ ہجراں ہوں گے (۱۶)
وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا، تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی وعدہ یعنی نباہ کا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو (۱۷)

مومن کی شاعری ذوق کی شاعری سے کافی مختلف ہے۔مومن کے کلام میں دقیق تراکیب اور مشکل الفاظ کثرت سے ملتے ہیں۔مومن کی غزل سر تا پا تخیل ہے بلکہ تخیل کی بے اعتدالی کی بہترین مثال ہے:

روزِ جزاء جو قاتل دلجو خطاب تھا
میرا سوال ہی مِرے خوں کا جواب تھا (۱۸)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۱۷۹۶ء سے ۱۸۶۹ء تک کے زمانے کو غالب و مومن اور ظفر کا دور کہا جاتا ہے۔غالب کے بارے یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ غالب اُس دور ہی کے نہیں بلکہ ہر دور کے مایہ ناز شاعر ہیں۔ان کی شاعری اردو غزل کا نقطہ عروج ہے۔وقار احمد رضوی لکھتے ہیں:

"غالب ومومن اور ظفر غزل میں میر کی روایت کو زندہ کرتے ہیں۔ناسخ کے مصنوعی تغزل کے اثر سے اور شاہ نصیر کے ذریعے دہلی اسکول پر جو خارجیت کا اثر ہو رہا تھا، غالب، مومن اور ظفر نے اس کو روک دیا اور غزل میں دہلی کی داخلی روایات کو برقرار رکھا" (۱۹)

غالب نے اپنی شاعری میں جاگیر دارانہ تمدن اور نئے نظام کی خبر دی ہے۔وہ اس زندگی کو کسی موہوم جنت کے لیے بدلنے کے لیے تیار نہیں۔وہ سفرحیات کی منازل کو انسانی بصیرت اور چشمِ روشن کی مدد سے طے کرنا چاہتے تھے۔غالب نے غزل کی دنیا کو وسعت و جامعیت عطا کی۔

اگرغالب و مومن کی شاعری نے دلی میں دھوم مچا رکھی تھی تو لکھنؤ میں ناسخ و آتش کی شاعری کا چرچا زدِعام تھا۔ناسخ وآتش نے لکھنؤ میں زبان کو بامِ عروج بخشا۔خصوصاً ناسخ کو یہ شرف حاصل ہے کہ انھوں نے اردو زبان کی اصلاح کی۔رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں:

"ناسخ کو یہ فخر حاصل ہے کہ تکمیلِ زبان کے آخری مدارج انھی کے مبارک ہاتھوں سے پورے ہوئے۔واقعی ان کو متروکات کا ناسخ کہنا بالکل بجا ہے۔" (۲۰)

یہ دور غالب کی وفات پر ختم ہو جاتا ہے۔یہ قدیم غزل کا آخری دور تھا۔اس کے بعد حالی اور آزاد نے انجمنِ پنجاب کے ذریعے اور سرسیدنے علی گڑھ تحریک کے ذریعے ملک کی فضا کو بدلنے میں اہم حصہ لیا، اس طرح شاعری میں بھی تبدیلیاں آنی شروع ہوئیں۔حالی کی جدید غزلیات سے غزل کا نیا رجحان شروع ہوا اور قدیم غزل کا خاتمہ ہو گیا۔حالی نے اردو غزل میں بہت اضافے کیے۔ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں :

"حالی نے غزل کی شاعری کی خراب حالت کو محسوس کیا۔۔۔انھوں نےاس کو چھچھورے جذبات اورلایعنی احساسات سے دور رکھنے کی طرف توجہ دلائی۔" (۲۱)

حالی نے جس کام کو شروع کیا تھا اس کو اقبال نے مکمل کیا۔ انھوں نے غزل کو حکیمانہ سنجیدگی کے ساتھ ساتھ شوخی بھی عطا کی۔ اقبال نے غزل کو بیداریٔ ملت کا وسیلہ بنایا:

اے بادِ صبا! کملی والے ؐ سے جا کہیو پیغام مِرا
قبضے سے امت بیچاری کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی
یہ موجِ پریشاں خاطر کو پیغام اب ساحل نے دیا
ہے دور وصالِ بحر ابھی، تو دریا میں گھبرا بھی گئی (۲۲)
مانگنے والا گدا، صدقہ مانگے یا خراج
کوئی مانے یا نہ مانے میرو سلطان سب گدا (۲۳)

ویسے تو انیسویں صدی کے آخر میں رومانوی تحریک کا آغاز ہو چکا تھا تاہم اس تحریک کو دوسری جنگِ عظیم کے بعد مقبولیت حاصل ہوئی۔

ڈاکٹر انور سدید رومانوی تحریک کے فروغ کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" بیسویں صدی میں فرد کی بے بسی رومانیت کے فروغ میں خاصی معاون نظر آتی ہے۔ اور یہ کہنا درست ہے کہ بیسویں صدی کے اوائل میں برصغیر میں ایسی فضا مرتب ہو چکی تھی جس میں رومانیت پھل پھول سکتی تھی۔" (۲۴)

رومانوی شعرا میں حفیظ جالندھری، جوش ملیح آبادی، اختر شیرانی وغیرہ کے نام اہم ہیں۔ اقبال کے بعد دوسرے اہم شعراء حسرت موہانی کا نام آتا ہے۔ حسرت موہانی ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کے ہاں غزل کی صنف اپنے انتہائی عروج پر نظر آتی ہے۔ انھوں نے اردو غزل کو دوبارہ زندہ کیا۔ حسرت کے کلام میں سادگی وسلاست کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ ان کا طرزِ بیان، لہجہ اور اندازِ غزل کے جمالیاتی تاثر کو بڑھا دیتا ہے۔ فراق گورکھپوری لکھتے ہیں:

"حسرت کے ہاں ایسے اشعار بہت ہیں جن میں رنگینی اور البیلا پن اور بندش کی سلاست اور اعتدال مصحفیؔ کی یاد دلاتے ہیں۔ ادا بندی و معاملہ بندی یعنی خارجی نقل و حرکت جرأتؔ کی ہے۔" (۲۵)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

حسرت کے کلام میں یوں تو بہت سے شعراء کے تاثرات ملتے ہیں لیکن میر، مصحفیؔ، غالب اور مومن کا اثر ان کے کلام میں واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔لیکن حسرت کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انھوں نے ان تمام رنگوں کو سمو کر ایک نئے رنگ میں ڈھال دیا۔مثال کے طور پر یہ شعر دیکھیے :

کچھ کچھ اس راز کی ہم کو بھی ہے خبر حسرت
آپ جاتے ہیں جو روزانہ سرِ شام کہیں [۲۶]

حسرت کی وہ غزل مسلسل بھی خوب ہے :

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے [۲۷]

اسی طرح یہ شعر بھی نا قابلِ فراموش ہے:

نگاہِ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے [۲۸]

رومانوی تحریک کے بعد کا زمانہ ترقی پسند تحریک کا ہے۔ان تحریکوں کے سنگم پر سامنے آنے والے شعراء میں علی اختر حیدر آبادی، اختر انصاری دہلوی، حامد اللہ افسر، روش صدیقی،ساغر نظامی، احسان دانش اور الطاف مشہدی شامل ہیں۔ترقی پسند تحریک کے تحت شاعری کی روایت کو فروغ دینے والوں میں فیض احمد فیض، علی سردار جعفری، مخدوم محی الدین ، جاں نثار اختر ، ساحر لدھیانوی ، ظہیر کاشمیری ، احمد ندیم قاسمی وغیرہ شامل ہیں۔

جاؤ اب سو رہو ستارو
درد کی رات ڈھل چکی ہے (فیض) [۲۹]

عمر بھر جلنے کا اتنا تو صلہ پائیں گے ہم
بجھتے بجھتے چند شمعیں تو جلا جائیں گے ہم
(احمد ندیم قاسمی) [۳۰]

مجھے انسانیت کا درد بھی بخشا ہے قدرت نے
مرا مقصد فقط شعلہ نوائی ہو نہیں سکتا (ساحر لدھیانوی) [۳۱]

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ترقی پسند تحریک اور حلقہ اربابِ ذوق کو عموماً ایک دوسرے کے متضاد قرار دیا جا تا ہے۔یہ صحیح ہے کہ ان دونوں تحریکوں میں واضح طور پر اختلاف مو جو دہے۔لیکن یہ بھی درست ہے کہ دونوں تحریکیں نہ صرف ایک زمانے میں ایک جیسے سماجی اورمعاشی حالات میں پیدا ہوئیں بلکہ دونوں اکٹھی ہی پروان بھی چڑھیں۔حلقہ اربابِ ذوق کے ابتدائی دور میں اس کو منظم کرنے میں جن شعراء نے اہم کردار اداکیا ان میں میرا جی، یو سف ظفر، قیوم نظر، ضیاء جالندھری، انجم رو مانی،الطاف گوہر ، اختر ہوشیار پوری ، تابش دہلوی ، مبارک احمد ، تابش صدیقی، اختر الایمان ، بلراج کومل اور مجید امجد وغیرہ شامل ہیں۔آزادی کے بعد جن شعراء نے حلقے کے اسلوب کو کا میا بی سے برتا اور غزل کو جدت کی راہ پر گا مزن کیا ان میں اختر ہو شیارپوری، وزیر آغا، شکیب جلالی، سلیم شاہد، احمد مشتاق، اقبال ساجد اور شہزاد احمد وغیرہ شامل ہیں۔

قیامِ پاکستان سے پہلے اردو غزل میں جو نئے تجربات کیے گئے، ان میں سے ایک قابلِ ذکرتجربہ یہ بھی ہے کہ غزل کو گیت کے قریب لا نے کی کو شش کی گئی لیکن یہ کوشش زیادہ عرصے نہ چل سکی۔اردو غزل کی تا ریخ کے اس مختصر جائزے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ ولی میر و سودا کے عہد تک اور پھر غا لب سے تقسیمِ برِصغیر تک اس صنفِ شعر نے ارتقا کی کئی منازل طے کی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ شبلی نعما نی ، " شعرالعجم " جلد پنجم ، مطبع معا رف اعظم گڑھ، ۱۹۲۱ ء ، ص ۳۳

۲۔ وقار احمد رضوی، ڈاکٹر ، " تا ریخ جدیداردو غزل " نیشنل بک فاؤ نڈ یشن، اسلام آبا د، طبع اول۱۹۸۸ء ، ص۲۴

۳۔ قلی قطب شاہ، کلیات محمد قلی قطب شاہ مرتبہ ڈاکٹر محی الدین زور، حید ر آ باد دکن، ۱۹۴۰ ء ، ص ۲۳

۴۔ جمیل جا لبی، ڈاکٹر، "تا ریخِ ادبِ اردو"، جلد دوم، مجلسِ ترقیٔ ادب، لا ہو ر ، ۱۹۹۴ء، ص ۲۳۳

۵۔ محمد رفیع سودا، مرزا، "کلیاتِ سودا" بترتیبِ جدید، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور،۱۹۸۷ء، ص ۷۶

۶۔ ایضاً، ص ۴۰

۷۔ میر تقی میر، "کلیاتِ میر" سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور،۱۹۸۷ء، ص ۳۷۰

۸۔ ایضاً، ص ۵۶۷

۹۔ میر درد، خواجہ، "دیوانِ درد"، خیام پبلشرز، لاہور، ایڈیشن ۹۸۔۱۹۹۷ء، ص ۱۶

۱۰۔ ایضاً، ص ۸۵

۱۱۔ وقار احمد رضوی، ڈاکٹر، "تاریخ جدید اردو غزل"، ص ۵۳

۱۲۔ ایضاً، ص ۵۴

۱۳۔ ایضاً، ص ۵۵

۱۴۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، "اردو شاعری کا فنی ارتقاء"، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۹۴ء، ص ۱۲۵

۱۵۔ ظفر، بہادر شاہ، "کلیاتِ ظفر" جلد سوم، چہارم، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۳۴

۱۶۔ وقار احمد رضوی، ڈاکٹر، "تاریخ جدید اردو غزل" نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، طبع اول ۱۹۸۸ء، ص ۶۸

۱۷۔ ایضاً، ص ۸۱

۱۸۔ جمیل احمد ندیم، پروفیسر، "اردو ادب"، طبع اول ۱۹۸۸ء، ص ۴۶

۱۹۔ وقار احمد رضوی، ڈاکٹر، "تاریخ جدید اردو غزل"، ص ۵۶

۲۰۔ رام بابو سکسینہ، "تاریخِ ادبِ اردو"، علمی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۸۵ء ص ۱۹

۲۱۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، "اردو تنقید کا ارتقاء"، انجمنِ ترقیٔ اردو پاکستان، کراچی، اشاعتِ چہارم ۱۹۹۴ء، ص ۱۶۶

۲۲۔ اقبال، "کلیاتِ اقبال"، حصہ سوم بانگِ درا، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، لاہور، ص ۳۱۷

۲۳۔ اقبال، "کلیاتِ اقبال"، الفیصل، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۲۶۰

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۲۴۔ انور سدید، ڈاکٹر، "اردو ادب کی تحریکیں" ، انجمنِ ترقیٔ اردو پاکستان، کراچی، اشاعتِ سوم ۱۹۹۶ء، ص ۴۲۶

۲۵۔ فراق گورکھپوری ، " حسرت موہانی" مشمولہ " بیسویں صدی کا شعری ادب" مرتبہ بدر منیر الدین، پولیمر پبلی کیشنز، لاہور، ص ۴۶

۲۶۔ حسرت موہانی، "انتخابِ کلامِ حسرت" مرتبہ خلیق انجم ، انجمنِ ترقیٔ اردو ہند ، نئی دہلی، ۱۹۹۵ء ، ص ۴۲

۲۷۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، "اردو شاعری کا فنی ارتقاء"، ص۴۷

۲۸۔ ایضاً ، ص ۴۷

۲۹۔ وقار احمد رضوی، ڈاکٹر ، " تاریخ جدید اردو غزل " ، ص۲۹۲

۳۰۔ ایضاً ، ص۴۸۷

۳۱۔ ایضاً ، ص ۴۸۷